انتخابات کا طبقاتی تجزیہ

مستقبل

فرخ سہیل گوئندی

04-20-2013

عوام کے سیاسی مفادات ہمیشہ طبقاتی مفادات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ سیاسی عمل میں عوام اپنی معاشی، سماجی اور ثقافتی ضروریات کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔ تحریک پاکستان کا تجزیہ کرتے ہوئے ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اس تحریک نے جس خطے میں جنم لیا، وہاں رہنے والے مسلمانوں نے اپنے سماجی، معاشی مفادات کے تحفظ کے لیے ہی اس میں کردار ادا کیا، یعنی یہ ایک مکمل سماجی انصاف کی خواہش تھی، یہ ایک اَن مٹ حقیقت ہے۔ قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں چلنے والی تحریک کی قیادت شہروں کے درمیانے طبقات کے دانشوروں کے ہاتھوں میں تھی جو وقت کے مطابق جدیدیت اور سماجی انصاف کا پرچم بلند کیے ہوئے تھے اور اس موقف کی تقریباً تمام مذہبی جماعتوں نے نہ صرف مخالفت کی بلکہ قائداعظم محمد علی جناح کو نازیبا القابات سے بھی پکارا۔ اس وقت کی مذہبی قوتیں عظیم تر ہند میں اپنے نظریات کی آبیاری کا تصور لیے بیٹھی تھیں جب کہ قائداعظم محمد علی جناح درمیانے اور شہری قیادت کے ساتھ ایک ایسی ریاست کے خواہاں تھے جو فلاحی ریاست کے جدید نظریات کی بنیاد پر قائم کی جانی تھی۔ دیہات میں بسنے والے کسانوں کی مدد کے بغیر شہروں میں چلنے والی آزادی کی تحریک کی کامیابی ناممکن تھی۔ جب پنجاب اور دوسرے علاقوں کے کسانوں نے مسلم لیگ کی حمایت کا فیصلہ کیا تو تب کہیں جا کر آل انڈیا مسلم لیگ کامیابی کے مراحل میں داخل ہوئی۔ کسی تحریک کی کامیابی شہری اور دیہاتی اتحاد کے بغیر ناممکن ہے۔ مسلم لیگ کی حمایت کے اس سیاسی فیصلے کے پیچھے ان خطوں میں آباد مسلمانوں کی انصاف مبنی ایک ریاست کے قیام کی خواہش تھی۔

اس کے بعد 1970ء کے انتخابات میں ذوالفقار علی بھٹو کی پاکستان پیپلز پارٹی کی کامیابی کا سبب وہ نظریات اور سیاسی دعوے تھے جو اس پارٹی نے عوام کے سماجی معاملات حل کرنے کے لیے کیے۔ ذوالفقار علی بھٹو سے عشق کی وجہ لوگوں کے اپنے سماجی و معاشی مسائل اور ان کے حل کا خواب تھا۔ سیاست میں عوام اپنے اجتماعی مفادات کو مدنظر رکھ کر فیصلے کرتے ہیں۔ اس بار بھی شہری قیادت نے دیہاتوں کے ساتھ اتحاد قائم کر کے یہ فیصلہ کیا کہ جاگیرداری کا خاتمہ اور ایک جدید ریاست کے لیے ری سٹرکچرنگ کی جائے۔ عوام کا اجتماعی شعور، انفرادی شعور کے مقابلے میں ہمیشہ زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔ عوام، ذوالفقار علی بھٹو کے حُسن، تعلیم یا ان کی ماضی کی سیاست سے متاثر ہو کر اُن کے کارواں میں شامل نہیں ہوئے تھے بلکہ اس وقت عوام نے ذوالفقار علی بھٹو کی پارٹی کی شکل میں میں ایک نجات دہندہ تحریک کو پانے کا یقین کر لیا تھا۔ اس سماج کے اس سیاسی اتحاد میں دانشور، شہری قیادت، مزدور، محنت کش اور کسان شامل تھے۔

اس سے قبل، جنرل ایوب خان نے انڈسٹر یلائزیشن کے لیے جو اقدامات کیے تھے، اس کے فوائد عام آدمی کو کم اور چند بڑے خاندانوں میں زیادہ پہنچے تھے۔ عملاً سماج ابھی تک زرعی ڈھانچے پر ہی کھڑا تھا۔ اربنائزیشن میں بھی شدت نہیں آئی تھی، یعنی 1947ء سے 1970ء تک شہری زندگی میں کوئی بڑا فرق نہیں ابھرا تھا۔ مغربی پاکستان میں دیہات میں بسنے والے لوگوں کی تعداد 70 فیصد سے زائد تھی اور سماج اس وقت تک پرانی کلونیل Legacy کی بنیاد پر چل رہا تھا۔ ایسے میں ذوالفقار علی بھٹو کی قائم کردہ سیاسی تحریک (پاکستان پیپلز پارٹی) نے ایک بڑا شگاف ڈالا اور یوں 1970ء کے انتخابات نے تمام سیاسی مخالفین کو ورطۂ حیرت ڈال دیا، حتیٰ کہ خود پی پی پی کی قیادت

کو بھی، کہ وہ اس قدر کامیابی کی توقعات لگائے نہیں بیٹھے تھے۔ تاریخ میں اکثر یہ بھی ہوا کہ عوام اپنے اجتماعی فیصلے کرتے ہوئے اپنی ہی سیاسی قیادت سے آگے نکل گئے، یہی کچھ 67-1966ء کی واحد عوامی تحریک (یہ پاکستان کی واحد Mass Movement ہے) اور پھر 1970ء کے انتخابات میں ہوا کہ عوام ووٹ ڈالتے ہوئے اپنی قیادت کی توقعات سے بھی آگے نکل گئے اور انہوں نے بیلٹ باکس کے ذریعے درحقیقت سٹیٹس کو، کو توڑنے کے لیے ایک انقلاب برپا کردیا۔

پاکستان کے مغربی بازو میں ان انتخابات کے ذریعے عوام نے جاگیرداری، سرمایہ داری، استحصال، افسر شاہی، کلونیل ریاستی و سماجی ڈھانچے کو توڑ کر اس پاکستان کی تصدیق کی تھی جس کے لیے محمد علی جناح نے جدوجہد کی تھی۔ پاکستان کے عوام نے ایک نئے عوامی اتحاد کے ذریعے بالائی طبقات یا اشرافیہ کی سیاست کو مسترد کردیا تھا۔ پاکستان کے عوام نے یہ ووٹ طبقاتی بنیادوں پر ڈالا تھا، انہوں نے دوسری جماعتوں کے پلیٹ فارمز سے نامزد اشرافیائی طبقات کے امیدواروں کو مسترد کردیا تھا۔ پاکستان کے اکثریتی عوام نے یہ ووٹ سوشلزم کی حمایت میں اور سرمایہ داری کی مخالفت میں ڈالا تھا۔ پاکستان کے عوام نے ذات، برادری، رنگ، نسل، تنگ نظر قوم پرستی، فرقہ واریت اور مذہبی سیاست کو مسترد کرتے ہوئے اپنے سماجی، معاشی اور ثقافتی حقوق کے لیے ووٹ کا استعمال کیا۔ اس عوامی فیصلے میں اہم اور فیصلہ کن کردار پنجاب کے عوام نے ادا کیا جہاں سے ذوالفقار علی بھٹو کی پیپلز پارٹی کو 81 میں سے 62 سیٹوں پر کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اس وقت پیپلز پارٹی پنجاب کے صدر شیخ محمد رشید تھے جو کٹر سوشلسٹ نظریات کے علمبردار تھے اور آزادیٔ پاکستان سے قبل وہ پنجاب میں کسانوں کی تحریکوں میں بھرپور کردار ادا کر چکے تھے۔ پنجاب میں پیپلز پارٹی کی ٹکٹوں کی تقسیم کے فیصلے شیخ محمد رشید اور ان کی ساتھی قیادت نے کیے تھے، جس میں ذوالفقار علی بھٹو کا عمل دخل سرے سے ہی نہیں تھا۔

1970ء کے انتخابات میں پاکستان کے مغربی حصے میں ووٹوں کا تناسب تقریباً 55 فیصد تھا جب کہ مشرقی پاکستان میں ڈالے گئے ووٹوں کا تناسب تقریباً 21 فیصد تھا۔ مشرقی پاکستان میں ڈالے گئے ووٹ قوم پرستی کا رجحان رکھتے تھے جب کہ مغربی پاکستان میں ڈالے گئے ووٹوں کی اکثریت طبقاتی بنیادوں پر تھی، یعنی مغربی پاکستان کے عوام نے 67-1966ء میں پہلے عوامی تحریک (Mass Movement) اور پھر 1970ء کے انتخابات میں پُرامن جمہوری انقلاب برپا کردیا تھا۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے ان انتخابات میں جمہوریت کا پرچم بلند کر کے فوجی آمریتوں اور ان کے سرپرست امریکہ کی مخالفت اور دنیا بھر میں چلنے والی آزادی کی تحریکوں کی بھی حمایت کی تھی جن میں سرفہرست ویت نام، کشمیر، فلسطین اور افریقہ کی جاری آزادی کی تحریکیں تھیں۔ ان انتخابات میں سب سے زیادہ نامزد کیے گئے امیدواروں کا تعلق جماعت اسلامی سے تھا اور ان کو صرف 4 سیٹوں پر کامیابی حاصل ہوئی۔ جماعت اسلامی کے نائب امیر محترم میاں طفیل محمد کو الیکشن میں بابائے سوشلزم شیخ محمد رشید نے شکست فاش سے دوچار کیا۔ انہی انتخابات کے نتائج کے بعد بانی اور امیر جماعت اسلامی محترم مولانا مودودی نے سیاست سے کنارہ کشی کا اعلان کیا۔ اگر آپ ان دنوں کے جرائد اور اخبارات کی فائلیں دیکھیں تو علم ہوگا کہ تب پاکستان ایک انقلاب سے گزر رہا تھا، ایک پُرامن انقلاب، عوامی بیداری کا انقلاب۔ عورتوں نے مردوں کے شانہ بہ شانہ ووٹ ڈالے، شہری دانشوروں اور درمیانے طبقات کی قیادت نے پاکستان کی سیاست کا نقشہ ہی بدل دیا۔ وہ پیر جو اپنے محلات کے جھروکوں میں کھڑے ہو کر اپنے مریدین کو زیارت کا ''شرف'' بخشتے تھے اور اب وہ اپنے مریدین کے سامنے دربار لگانے لگے تو ان پیروں کے تخت اپنے زائرین سے پیری مریدی کے رسم و رواج کے مطابق اونچے ہوتے تھے، اب وہی پیر اس عوامی بیداری کے انقلاب میں اپنے محلات سے نکلنے پر مجبور ہوئے۔ پاکستان نے اس وقت ایک انقلابی انگڑائی لی، عوام نے سیاست کو محلات سے نکال کر محلوں میں پھیلا دیا۔ ان انتخابات کا رجحان طبقاتی تھا جو پاکستان کی تاریخ کا ایک انہونا اور شاندار باب ہے۔ اس کے پیچھے پاکستان کے محکوم طبقات کا تبدیلی کا خواب تھا، جو اس وقت بھی 98 فیصد تھے اور آج بھی 98 فیصد ہیں۔ بھوک، ننگ، غربت، جہالت اور استحصال کے خلاف ذوالفقار علی بھٹو کے کرشمہ کی حقیقت یہی تھی کہ اس نے پاکستان کے ان محکوم طبقات کے دلوں کو، خواہش کو سیاست کے نظریات میں Translate کردیا۔ (جاری ہے)